بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ

أَمَّا بَعْدُ:

1. فضیلۃ الشیخ احمد بن یحیٰی النجمی رحمہ اللہ کا مختصر تعارف اور مقدمہ (پہلا اور دوسرا)

الثلاثة الاصول لفضیلۃ الشیخ الامام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کے اس پیارے اور عظیم رسالے کی شرح کے درس کا آغاز کرتے ہیں اور جس کتاب کا انتخاب کیا گیا ہے وہ ہے "التعليق علي الثلاثة الأصول لفضيلة الشيخ العلامة احمد بن يحيى النجمي رحمه الله"۔ اس کتاب کا نام تعلیق ہے لیکن حقیقتاً یہ مختصر سی شرح ہے تعلیق کے نام پر اور آج کی نشست میں فضیلۃ الشیخ احمد بن یحییٰ النجمی رحمہ اللہ کا ایک مختصر سا تعارف کرتے ہیں اور پھر کتاب میں سے جو مقدمہ ہے پہلا اور دوسرا اس پر بات کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کا تعارف پچھلے دروس میں ہو چکا ہے القواعد الاربع میں اور دیگر دروس میں تو بھائیوں سے گزارش ہے کہ ویب سائٹ سے ریکارڈنگ سن لیں اور فضیلۃ الشیخ احمد بن یحییٰ النجمی رحمہ اللہ کا تعارف ان کی ویب سائٹ میں دو لوگوں نے کیا ہے۔ مختصر سی سیرت یا ترجمہ شیخ احمد بن یحییٰ النجمی رحمہ اللہ کا شیخ محمد بن ہادی المدخلی حفظہ اللہ نے کیا ہے اور ان کے بیٹے شیخ عبد الرحمٰن بن احمد بن یحییٰ النجمی حفظہ اللہ نے کیا ہے ان دونوں نے کیا ہے اور ان دونوں میں سے چند اہم باتیں میں آج کی نشست میں شیخ صاحب رحمہ اللہ کے مختصر سے تعارف کے تعلق سے بیان کرتا ہوں۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ کا نام الشیخ احمد بن یحییٰ بن محمد النجمی اور ان کے بیٹے عبد الرحمٰن حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے والد صاحب کا نسب جو ہے وہ الصحابی الجلیل سیدنا عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی طرف جاتا ہے۔ شیخ صاحب رحمہ اللہ کی پیدائش جازان کے گرد و نواح میں ایک بستی ہے جس کا نام نجامیہ ہے وہاں پر پیدا ہوئے سن 1346ھ میں اور اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے ان کی کوئی اور اولاد نہیں تھی۔ انہوں نے ان کی تربیت میں دینی تربیت میں بہت جدوجہد کی یہاں تک کہ عام بچوں کے ساتھ زیادہ نہیں کھیلنے دیتے تھے اور جب عمر سات سال کی ہوئی سن تمیز تو بستی میں چھوٹی کتاتیب تھیں اس وقت، چھوٹے سے مدرسے تھے اسکول تھے چھوٹے چھوٹے وہاں پر صرف پڑھنا لکھنا سکھاتے تھے

وہاں پر داخلہ دیااور اور پھر سن 1358ھ میں جب شیخ الامام عبداللہ القرعاوی رحمہ اللہ جازان کے علاقے میں گئے وہاں پر صامطۃ تھاجو بڑی بستی ہے وہاں پر چلے گئے جب انہیں الشیخ الامام محمد بن ابراہیم آل شیخ رحمہ اللہ نے بھیجاوہاں پر جو اس وقت سعودی عرب کے مفتی اعظم تھے۔

شیخ احمد النجمی رحمہ اللہ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنی بستی میں حاصل کی اور ایک ٹیچر تھاوہاں پر یمن سے جن کا نام یحییٰ فقیہ عبسی تھاان سے علم حاصل کیا۔ جب شیخ عبداللہ القرعاوی رحمہ اللہ وہاں پر پہنچے تو پتہ چلا کہ یہ استاد جوان کا تھااشعری تھا اور ان سے استواء کے مسئلے پر شیخ عبداللہ القرعاوی رحمہ اللہ کی بحث بھی ہوئی مناظرہ بھی ہوا جس سے وہ شخص اس کے بعد نظر نہیں آیاوہ علاقہ بھی چھوڑ کر چلا گیااور سبحان اللہ بعض اوقات یعنی ایک ضرر والی چیز بھی نفع بخش ثابت ہوتی ہے۔تو جب وہ شخص وہاں سے چلا گیاجو استاد تھاتو پھر پڑھنے کے لیے ان کو مسئلہ ہو گیاکہ کہاں سے علم حاصل کیاجائے تو شیخ احمد النجمی رحمہ اللہ کے دو چچا شیخ حسن اور شیخ حسین بن محمد جو ان کے سگے چچاتھے شیخ عبداللہ القرعاوی رحمہ اللہ کے دروس میں جاتے تھے صامطۃ میں ،اپنی بستی سے دور دوسری بستی صامطۃ کی طرف اور یہ بھی ان کے ساتھ چلے جاتے ،بچے جو تھے گاؤں کے وہ بھی ساتھ چلے جاتے تو بچوں کاالگ حلقہ تھااور بڑوں کاالگ حلقہ تھا۔جو بچوں کاحلقہ تھا ظہر تک ہوتا تھااور بڑوں کاعشاء کی نماز تک ہوتا تھایعنی علم دیکھیں آپ کہ فجر سے لے کر عشاء تک علم حاصل کرنا ہے ،سبحان اللہ۔ شیخ احمد النجمی رحمہ اللہ سن 1359-1360 کی بات ہے شیخ احمد النجمی رحمہ اللہ بچوں کے حلقے میں بیٹھتے تھے شیخ عبداللہ القرعاوی رحمہ اللہ کے حکم سے اور شیخ عثمان بن عثمان حنبلی رحمہ اللہ جو ہیں وہ پڑھاتے تھے اور انہوں نے قرآن مجید تجوید کے ساتھ پڑھا"**تحفة الأطفال**"کو حفظ کیا "**هداية المستفيد، الثلاثة الأصول**"جو ہمارادرس ہے وہ بچپن میں شیخ صاحب رحمہ اللہ نے پڑھا بچوں کے ساتھ ،آج ہم اس عمر میں پڑھ رہے ہیں، سبحان اللہ۔اور"**الأربعين النووية**"اور"**الحساب**" بھی اور خطاطی ،خط لکھنا جو ہے وہ وہیں سے سیکھااور جب ظہر کے بعد بچے چلے جاتے چھٹی ہو جاتی تو خود جاکر شیخ عبداللہ القرعاوی رحمہ اللہ کا جو حلقہ ہے جو مجلس ہے بڑوں کی وہاں پر جاکر بیٹھ جاتے۔تو شیخ عبداللہ القرعاوی رحمہ اللہ نے دیکھا کہ ایک بچہ یہاں پر بیٹھتا ہے۔تیرہ سال کی عمر تھی شیخ احمد النجمی رحمہ اللہ کی اس وقت تو وہ چار مہینے دیکھتے رہے کہ یہ بچہ جو ہے یعنی صرف بیٹھتا نہیں ہے بلکہ حفظ بھی کرلیتاہے باتیں، یاد بھی کرلیتاہے جس کی وجہ سے شیخ صاحب رحمہ اللہ نے انہیں اجازت تھی کہ آپ بڑوں کے حلقے میں بھی آسکتے ہیں۔ایک واحد چھوٹے بچے تھے اس زمانے میں جو بڑوں کے حلقے میں بیٹھا کرتے تھے تیرہ سال کی عمر میں۔

پھر اسی طریقے سے انہوں نے اپنی اس کیریئر کو جاری رکھا اور شیخ عبداللہ القرعاوی رحمہ اللہ سے "الرحبية في الفرائض ،الآجرومية في النحو ، كتاب التوحيد،بلوغ المرام،البيقونية،نخبة الفكر،مختصرات في السيرة" اور "العوامل في النحو ،الورقات في أصول الفقه" اور "العقيدة الطحاوية" شیخ عبداللہ القرعاوی رحمہ اللہ نے شرح خود کی تھی اس وقت جب امام ابن العز حنفی رحمہ اللہ کی ابھی شرح انہوں نے دیکھی بھی نہیں تھی اس وقت شیخ عبداللہ القرعاوی رحمہ اللہ نے خود کی تھی۔

"الألفية لابن مالك" میں سے بعض دروس "الدرر البهية" سے جو امام شوکانی رحمہ اللہ کی ہے اور اس کی شرح بعض دروس اور بعض امہات الکتب جو ہیں "نيل الأوطار و زاد المعاد ونور اليقين والموطأ امام مالك و الأمهات" ہیں جیسا کہ بخاری، مسلم اور صحاح ستہ ہے ان میں سے بھی بعض دروس وہ لیتے رہے۔ سن 1362ھ میں شیخ عبداللہ القرعاوی رحمہ اللہ نے جو ان کے اسٹوڈنٹ تھے کبار بڑے جو تھے جو بڑوں کا حلقہ تھا وہاں پر انہوں نے جو الأمهات جو کتابیں موجود تھیں ان کو دینا شروع کیں تو ان کے بیٹے فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب رحمہ اللہ کے حصے میں سنن ابی داود آئی تھی تو پھر وہ پڑھ کر یعنی سماع کرتے تھے پڑھتے تھے اور شیخ صاحب رحمہ اللہ سنتے تھے اور پھر اس کی شرح بھی کرتے تھے لیکن وہ مکمل نہ ہو سکی اور کچھ عرصے تک پڑھتے رہے پھر قحط سالی کی وجہ سے دو سال تک وہ رک گئے۔ قحط سالی ہو جاتی تھی پھر مسئلہ ہو جاتا تھا، سبحان اللہ۔

دیکھیں طلب علم اس زمانے میں کتنا مشکل تھا کہ ایک تو یعنی دوسری بستی کی طرف جانا ہے، کنوینس کا پرابلم تھا ٹرانسپورٹیشن کا پرابلم تھا، گرمی ہے سردی ہے، اس کو جاری رکھنا ہے، وقت دیکھیں صبح سے دیکھیں عشاء تک اور پھر روزگار اتنا کماتے تھے جتنا ان کو ضرورت ہوتی تھی، سبحان اللہ۔ اور پھر جب قحط سالی ہوتی تھی تو پھر کچھ بھی نہیں ہوتا تھا اور اس علاقے میں ایسے بھی قحط سالی زیادہ ہوتی تھی، دو سال تک حلقہ رکا رہا پھر جب سن 1346ھ میں واپس آئے جب اللہ تعالیٰ نے آسانی فرمائی اور پھر قحط سالی بھی دور ہوئی پھر "الأمهات الست" کی روایت کرنا شروع کر دی۔

پھر شیخ صاحب رحمہ اللہ نے سن 1369ھ میں شیخ ابراہیم بن محمد العمودی جو صامطة کے قاضی تھے ان سے علم حاصل کیا اور اس طریقے سے شیخ عثمان زیاد الصومالی جو ہیں ان سے عربی گرامر، النحو، الصرف پڑھتے رہے اور شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ رحمہ اللہ کے حلقات میں سن 1384ھ میں تقریباً دو مہینے تک رہے وہاں پر اور تفسیر ابن جریر طبری ان سے کچھ حصہ پڑھا پھر شیخ بن باز رحمہ اللہ کی مجالس میں آیا کرتے تھے مغرب اور عشاء کے بیچ میں، ان سے صحیح بخاری کے بعض ابواب پڑھے۔

الغرض ان کے جو شیوخ تھے ان میں جو زیادہ معروف ہیں وہ ہیں فضیلۃ الشیخ الامام عبد اللہ القرعاوی رحمہ اللہ اور شیخ حافظ محمد بن احمد الحکمی رحمہ اللہ معروف شخصیت ہیں، عالم ہیں اس علاقے کے ان سے علم حاصل کیا،اور شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ اور شیخ بن باز رحمہم اللہ۔

ان کے کافی، بہت سارے شاگردوں میں سے تین کا نام میں لیتا ہوں جو زیادہ معروف ہیں، فضیلۃ الشیخ العلامہ ربیع بن ہادی المدخلی حفظہ اللہ ان کے شاگردوں میں سے ہیں، شیخ زید بن محمد بن ہادی المدخلی رحمہ اللہ اور شیخ علی بن ناصر الفقیہی حفظہ اللہ، یہ بہت بڑے نام ہیں اور ان کے علم سے ابھی بھی الحمد للہ لوگ فائدہ حاصل کر رہے ہیں، شیخ زید رحمہ اللہ تو وفات پا چکے ہیں۔

پھر ان کے اعمال میں سے تدریس کا سلسلہ ان کا جاری رہا اور وہ کافی معاہد میں پڑھاتے بھی رہے اور انہوں نے کوشش بھی کی تھی کہ جامع اسلامیہ مدینہ میں داخلہ لینے کی جب شیخ بن باز رحمہ اللہ سربراہ تھے جامع کے اور شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ بھی اس وقت موجود تھے پڑھایا کرتے تھے مدینہ طیبہ میں، وہاں پر پہنچ بھی گئے تھے لیکن کسی گھریلو پریشانی کی وجہ سے ان کو واپس جانا پڑا اور وہاں پر تعلیم جاری نہ کر سکے اور پھر ان کو شیخ بن باز رحمہ اللہ نے متعین فرمایا قاضی جازان کے علاقے کا۔ شیخ صاحب رحمہ اللہ کی وفات سن 1429ھ میں ہوئی 2008ء میں۔

الثلاثۃ الاصول ایک مختصر سا رسالہ ہے جو شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ نے بڑے آسان انداز اور دلائل کی روشنی میں تین بنیادی اصول کو بیان فرمایا ہے اور یہ وہ اصول ہیں جن کا تعلق کلمہ توحید سے ہے، دین کی بنیاد سے ہے، توحید عبادت سے ہے اور یہ جو تالیف تھی امام صاحب رحمہ اللہ کی یہ عوام الناس کے لیے تھی۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ شیخ احمد النجمی رحمہ اللہ بھی بچپن میں یعنی چھوٹے بچوں کے لیے بھی یہ مفید ہے جیسا کہ بڑوں کے لیے مفید ہے اور میری گزارش ہے حاضرین اور سامعین سے کہ اپنا بنیادی علم اگر آپ اے-بی-سی عقیدے کی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور شروع سے آپ شریعت کا علم حاصل کرنا چاہتے ہیں، اکثر لوگ سوال کرتے ہیں کہ ہم کہاں سے شروع کریں؟ اگر شروع کرنا ہے تو یہ چھوٹے چھوٹے رسالے ہیں۔ **القواعد الاربع** ہم پڑھ چکے ہیں الحمد للہ اب **اصول الثلاثۃ** ہیں اب یہ آپ پڑھیں، بے شک آپ اس کو پہلے پڑھ لیں وہ بعد میں پڑھ لیں یا وہ پہلے پڑھیں یہ بعد میں پڑھ لیں لیکن یہ بنیاد ہے، دین اسلام کی بنیاد اگر کسی نے سمجھنی ہے تو اس کا یہ طریقہ ہے۔ چھوٹا سا رسالہ ہے اور شیخ صاحب رحمہ اللہ نے امام صاحب رحمہ اللہ نے ہر بات کی دلیل بیان کی ہے جیسا کہ آگے ان شاء اللہ ہم خود دیکھیں گے اور سنیں گے۔

شیخ احمد النجمی رحمہ اللہ نے اس کی مختصر سی شرح کی ہے تعلیق کے نام سے میں جو متن ہے وہ پڑھوں گا اور پھر اس کی عربی عبارت پڑھے بغیر جو شرح ہے جو تعلیق ہے شیخ احمد النجمی رحمہ اللہ کی بغیر عربی متن پڑھے تاکہ ہم وقت زیادہ ضائع نہ کرتے ہوئے تاکہ ہمارا وقت بھی بچ جائے، میں یہ کوشش کروں گا کہ اس کو پانچ یا چھ maximum دروس میں ان شاءاللہ پورا رسالہ ہم ختم کرلیں۔ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اعْلَمْ رَحِمَكَ اللهُ أَنَّهُ يَجِبُ عَلَيْنَا تَعَلُّمُ أَرْبَعِ مَسَائِلَ"(یہ جان لو اللہ تعالیٰ تمہارے آپ پر رحم فرمائے ہمارے اوپر واجب ہے کہ ہم ان چار مسائل کو جان لیں)"الأُولَى،الْعِلْمُ، وَهُوَ مَعْرِفَةُ اللهِ، وَمَعْرِفَةُ نَبِيِّهِ ، وَمَعْرِفَةُ دِينِ الإِسْلامِ بِالأَدِلَّةِ"(پہلی چیز جس کو جاننا بہت لازمی ہے واجب ہے ہمارے اوپر، علم ہے)۔ علم کیا ہے؟" وَهُوَ مَعْرِفَةُ اللهِ"(اللہ تعالیٰ کی معرفت) "وَمَعْرِفَةُ نَبِيِّهِ"(اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت) "وَمَعْرِفَةُ دِينِ الإِسْلامِ بِالأَدِلَّةِ"(اور دین اسلام کی معرفت)۔

ان سب تین چیزوں کو جاننا ہے کیسے؟"بِالأَدِلَّةِ"(دلائل کے ساتھ)۔ تو دلیل کو جاننا بہت لازمی ہے۔ان جملوں کی شرح میں یا تعلیق میں فضیلۃالشیخ احمد النجمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "اعْلَمْ رَحِمَكَ اللهُ"اس جملے سے مراد یہ "اعْلَمْ"کا کلمہ جو ہے یہ کسی کی توجہ دلانے کے لیے بیان کیا جاتا ہے اور "رَحِمَكَ اللهُ" یہ دعا ہے مؤلف رحمہ اللہ سے اور "أَنَّهُ يَجِبُ عَلَيْنَا"یعنی ہم جو مکلفین ہیں ہمارے اوپر واجب ہے۔اور یہ کہ (تَعَلُّمُ أَرْبَعِ مَسَائِلَ) یہ چار مسائل جو ہیں یہ سورۃ العصر میں موجود ہیں جن کا شیخ صاحب رحمہ اللہ نے یہاں پر ذکر کیا ہے۔

پہلا "الْعِلْمُ"اور علم سے مراد "مَعْرِفَةُ اللهِ"اللہ کی معرفت،اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت اور دین اسلام کی معرفت دلائل کے ساتھ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے سورۃ العصر میں: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ﴾(العصر:1-3)اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے کہ ہر انسان خسارے میں ہے اور مستثنیٰ صرف وہ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾۔تو ایمان کا معنی شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تصدیق ہے اور کسی چیز کی تصدیق کے لیے یہ بہت لازمی ہے کہ اس سے پہلے علم ہو کیوں کہ ایمان جو ہے وہ بغیر تصدیق کے ممکن نہیں ہے اور تصدیق کسی معلوم چیز سے ہی ممکن ہے۔اگر آپ کسی چیز کو جانتے نہیں ہیں آپ کو علم نہیں ہے تو پھر آپ اس کی تصدیق نہیں کر سکتے تو جو علم ہے وہ قول و عمل سے پہلے ہے۔تو﴿اٰمَنُوْا﴾سے مراد یعنی "آمنوا باللہ"۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ Footnote میں ایک وضاحت کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ تصدیق کا لفظ جو میں نے بیان فرمایا ہے یہ صرف لغت کے اعتبار سے ہے اگرچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کا اقرار بھی فرمایا ہے جو تصدیق سے زیادہ یعنی اس میں جو معنی ہے وہ پایا جاتا ہے اور جو صحیح تعریف ہے ایمان کی شیخ صاحب رحمہ اللہ نے پھر وہ بیان فرمائی ہے جو شرعی معنی ہے کہ ایمان کی جو شرعی تعریف ہے اہل سنت والجماعت کے نزدیک وہ وہ ہے، دل سے اعتقاد اور زبان سے قول اور پورے جسم سے عمل کرنا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان جو ہے وہ تین چیزوں کو متضمن ہے تین چیزوں سے ہوتا ہے:

1۔ پہلے نمبر پر اللہ تعالیٰ کے وجود اور ربوبیت پر ایمان۔

تو شیخ صاحب رحمہ اللہ نے دونوں کو ایک ساتھ جوڑ دیا ہے، بعض علماء الگ الگ بیان کرتے ہیں جیسا کہ شیخ ابن العثیمین رحمہ اللہ نے شرح العقیدۃ الواسطیۃ اور دیگر شروحات میں، وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان چار چیزوں سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہیں نمبر ایک، دوسرے نمبر پر ربوبیت، تیسرے پر الوہیت، چوتھے پر اسماء والصفات۔

تو یہاں پر شیخ صاحب رحمہ اللہ تین فرماتے ہیں، پہلے نمبر پر "الإيمان بوجوده وربوبيته" اللہ تعالیٰ کے وجود ربوبیت کو کیوں کہ جو یہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے تو ربّ بالیقین مان لیتا ہے اس لیے بعض علماء دونوں کو ایک سمجھتے ہیں۔

2۔ اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر ایمان یا اللہ تعالیٰ سچا معبود ہے۔

3۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء والصفات پر ایمان کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے اپنے ان خصائص میں۔

اور علم، شیخ صاحب رحمہ اللہ نے جو بات کی ہے کہ علم سے جو مراد ہے شیخ صاحب رحمہ اللہ نے جو فرمایا ہے کہ ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾۔ لفظ قرآن مجید میں ایمان کا ہے شیخ صاحب رحمہ اللہ نے اس کی تفسیر علم سے کی ہے وہ اس لیے کہ یعنی "علموا وصدقوا" کہ علم اور تصدیق لازم اور ملزوم ہے بغیر علم کے تصدیق نہیں ہو سکتی اس لیے ایمان کے لیے بہت لازمی ہے کہ علم ہو اس سے پہلے اور اس کی تصدیق کی جائے یا اقرار کیا جائے۔

تو شیخ صاحب رحمہ اللہ نے استنباط کیا ہے ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ سے علم کا کہ انہوں نے پہلے جان لیا اور پھر انہوں نے تصدیق کی ہے اور ایمان مستلزم ہے علم کے لیے کیوں کہ تصدیق بغیر علم کے ممکن نہیں ہے۔

"مَعْرِفَةُ اللهِ" سے مراد کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کیسے حاصل کی جاتی ہے؟ شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے دو طریقے ہیں، ایک اجمالی ایک تفصیلی ہے۔

اجمالی طریقہ جو اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ہے وہ ہے فطرت ہے انسان کی۔ ہر مخلوق یہ جانتی ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے، اس کا ربّ اللہ تعالیٰ ہی ہے سوائے جو ملحد لوگ ہیں ان کے اور وہ بھی ظاہراً انکار کرتے ہیں اپنے دل کے یقین کے ساتھ وہ بھی منکر نہیں ہو سکتے کیوں کہ ان کو یقین ہے وہ جانتے ہیں۔ ملحد بھی جانتا ہے کہ اس نے خود اپنے آپ کو پیدا نہیں کیا تو کسی اور نے پیدا کیا ہے۔ وہ کیا ہو سکتا ہے؟ یہ اندھی، گونگی، بہری نیچر تو نہیں ہو سکتی کبھی بھی، ان کے صرف نظریات ہیں اور صرف اپنے کفر پر قائم رہنے کے لیے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے باتیں کرتے ہیں ورنہ حقیقتاً ہر بندہ جو بھی اس کائنات میں موجود ہے چاہے وہ عقل والی مخلوق ہے یا بے عقل مخلوق ہے سب جانتی ہے سبحان اللہ کہ اس کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، سب گواہی یہی دیتے ہیں۔

اور تفصیلاً جو اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے وہ حاصل ہوتی ہے صرف ایک راستے سے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے رسول عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَام جو اللہ تعالیٰ کے رسل ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے لیے مبعوث فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾(الاعراف:35)

(اے آدم کی اولاد! جب میرے رسل تمہارے پاس پہنچیں اور تمہیں میری آیتیں بیان فرمائیں پس جس نے تقویٰ اور اصلاح کا راستہ اختیار کیا ہے تو ان پر نہ ڈر ہے اور نہ وہ کبھی غم زدہ ہوں گے)

شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تفصیل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت صرف اور صرف ممکن ہے رسولوں کے ذریعے سے اور ہماری شریعت میں کتاب اور سنت ہے جو کافی اور شافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَام پر قرآن مجید نازل فرمایا ہے جس میں ہر چیز کو بیان فرمایا ہے اور جس میں آیات کونیہ اور آیات قرآنیہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف بیان فرمائی ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کو کیسے جانیں گے؟ اجمالی طور پر فطرت سے، تفصیلی طریقہ جو ہے وہ رسولوں کا طریقہ ہے اور ہمارے پاس قرآن مجید ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی مکمل معرفت ہے۔ آیات کونیہ سے ہم اللہ تعالیٰ کو جانتے ہیں، سورج کو دیکھتے ہیں، چاند کو دیکھتے ہیں، زمین اور آسمان کو دیکھتے ہیں تو یقیناً جو ان کا ربّ ہے ان سے بڑا عظیم ہے یہ یقین ہمیں ہو جاتا ہے آیات کونیہ کو دیکھ کر۔ آیات شرعیہ (قرآنیہ) پر جب ہم دیکھتے ہیں تو قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے وہی کافی اور شافی ہے۔

بعض آیات شیخ صاحب رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہیں، سورۃ فاطر آیت نمبر 41 پھر سورۃ الزمر آیت نمبر 67 پھر سورۃ فصلت آیت نمبر 53 جن میں آیات کونیہ کو بیان کیا گیا ہے۔

پھر شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف خود بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور صفات ہیں اور اللہ تعالیٰ "الإله الحق" ہے جس کی صرف اور صرف عبادت کرنی چاہیے اور اس کے علاوہ کسی اور کے لیے عبادت صرف نہیں کرنی چاہیے اور اس سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے جب قرآن مجید کی آیات جو آیات شرعیہ ہیں ان پر غور و فکر کرتے ہیں تو ہمیں اللہ تعالیٰ کے اسماء والصفات میں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے اور اپنی خلق سے بالکل الگ ہے علیحدہ ہے اور اپنے علم سے ہر جگہ موجود ہے، سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اللہ تعالیٰ کی توحید عبادت بھی ہمیں معلوم ہوتی ہے اور سورۃ الملک آیت نمبر 21، سورۃ القصص آیت نمبر 88 بھی بیان فرمائی ہے۔

پھر دوسری نمبر پر "مَعْرِفَةُ نَبِيِّهِ"۔ شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کی معرفت سے مراد یہ ہے کہ یقیناً یہ جاننا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں سب لوگوں کے لیے مبعوث فرمایا ہے تاکہ انہیں ظلمتوں سے نکال کر نور، روشنی کی طرف لے کر آئیں اور یہ مقتضیات ہیں ایمان کی۔

تیسرے نمبر پر دین اسلام کی دلائل کے ساتھ معرفت حاصل کرنا، یہ جاننا کہ فلاں چیز کا حکم واجب ہے اور اس کی دلیل یہ ہے، فلاں چیز کا حکم حرام ہے اس کی دلیل یہ ہے، فلاں چیز جو ہے وہ مستحب ہے اس کی دلیل یہ ہے، مکروہ ہے اس کی دلیل یہ ہے، مباح ہے اس کی دلیل یہ ہے۔ اس لیے اصول فقہ کی تعریف میں علماء بیان کرتے ہیں کہ احکام شرعیہ کو تفصیل، دلائل سے جاننا، اسے کہتے ہیں فقہ۔

یہ اصول فقہ جو ہے جس میں ہم احکام شرعیہ اور جو یہ مطلق، مقید اور جو ان چیزوں پر بات کی جاتی ہے ان مسائل میں انہیں کہتے ہیں اصول فقہ اور اصول فقہ کی تعریف میں علماء فرماتے ہیں "هو معرفة الأحكام الشرعية من أدلتها التفصيلية" (احکام شرعیہ کو جاننا تفصیلی دلائل کے ساتھ)۔ یعنی اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ نماز فرض ہے دلیل کیا ہے؟ ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾(البقرۃ:43) اس طریقے سے۔

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں "الثَّانِيَةُ :الْعَمَلُ بِهِ، الثَّالِثَةُ :الدَّعْوَةُ إِلَيْهِ" اور "الرَّابِعَةُ :الصَّبْرُ عَلَى الأَذَى فِيهِ"۔

یہ چار مسائل ہیں، پہلا "الْعِلْمُ" تھا، دوسرا "الْعَمَلُ بِهِ" (اس پر عمل کرنا)۔ یعنی جو علم حاصل کیا ہے اس پر عمل کرنا۔

شیخ احمد النجمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی یہ ایمان جس کی معرفت حاصل کی گئی ہے، جس کا حکم فرض ہے اس کو جان لیا کہ فرض ہے اور اس پر عمل کیا، جب یہ جان لیا کہ فلاں چیز حرام ہے اس کو ترک کیا اس پر عمل کیا اس کا اجتناب کیا تو اس طریقے سے عمل کیا جاتا ہے ایمان پر۔ اور وہ علم جو حاصل کیا گیا ہے۔

تیسرے نمبر پر "الدَّعْوَةُ إِلَيْهِ" (اس کی طرف دعوت دینا)۔ شیخ احمد النجمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تمہارے اندر ایمان اور عمل موجود ہو جائے تو پھر تیسرا جو مرحلہ ہے وہ دعوت کا ہے تو لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے جس چیز پر ایمان لے کر آئے اور عمل کرنا شروع کر دیا ہے تاکہ لوگ بھی نجات کا راستہ اختیار کر لیں کیوں کہ دعوت جو ہے سب سے پہلے اس کے لیے حکمت کا ہونا لازمی ہے اور پھر صبر کا ہونا لازمی ہے۔

چوتھے نمبر پر شیخ صاحب رحمہ نے فرمایا ہے "الصَّبْرُ عَلَى الأَذَى فِيهِ"۔ چوتھا مسئلہ اس مقدمے میں امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں "الصَّبْرُ عَلَى الأَذَى فِيهِ" (صبر کرنا جو بھی اذیت اس میں ہوتی ہے)۔ "وَالدَّلِيلُ قَوْلُهُ تَعَالَى" (اس کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے): بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَالْعَصْرِ ۝١ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝٢ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ (العصر:1-3)

(اللہ تعالیٰ قسم کھاتے ہیں زمانے کی کہ بے شک انسان خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور عمل صالحات کیے اور حق کی ایک دوسرے کو نصیحت کی ہے اور صبر کی ایک دوسرے کو نصیحت کی ہے)

پھر امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں "قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ" (امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں) "لَوْ مَا أَنْزَلَ اللهُ حُجَّةً عَلَى خَلْقِهِ إلا هَذِهِ السُّورَةَ لَكَفَتْهُمْ" (اگر اللہ تعالیٰ اپنی خلق کے لیے صرف یہی سورۃ حجت کے لیے نازل فرمادیتے تو یہ سورۃ ان کو کافی تھی)۔ سبحان اللہ۔

"وَقَالَ البُخَارِيُّ رَحِمَهُ اللهُ" (امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں) "بَابٌ، العِلْمُ قَبْلَ القَوْلِ وَالْعَمَلِ" (ایک باب باندھا ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں اور اس باب میں فرماتے ہیں کہ علم، قول اور عمل سے پہلے ہے) "وَالدَّلِيلُ قَوْلُهُ تَعَالَى" (اور اس کی دلیل)۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قول اور فعل سے پہلے علم ہے، اس کی دلیل میں امام بخاری رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو بیان فرماتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ﴾ (محمد:19)

(کہ یہ جان لو اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہ بے شک لاَ إِلَهٰ إِلاَّ اللّٰہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے) ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ﴾ (اور اپنے گناہوں سے استغفار کریں)۔

"فَبَدَأَ بِالْعِلْمِ ،قَبْلَ القَوْلِ وَالعَمَلِ" امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں علم سے ابتداء کی قول و عمل سے پہلے)۔ تو پہلے علم ہے اور بعد میں قول و عمل ہے۔

شیخ احمد النجمی رحمہ اللہ تعلیق میں فرماتے ہیں، اذیت پر صبر کرنا اس لیے لازمی ہے کیوں کہ اذیت ہو کر رہتی ہے اور اذیت یا تو خفیف ہوتی ہے تھوڑی سی ہوتی ہے یا بہت زیادہ ہوتی ہے لیکن ہمیں اس اذیت کا سامنا صبر سے کرنا ہے۔ بعض لوگ اکتا جاتے ہیں اور صبر نہیں کر سکتے اور بے صبرے ہو جاتے ہیں۔ شیخ صاحب رحمہ اللہ نے پھر سورۃ العنکبوت کی 10 نمبر آیت بطور دلیل پیش کی کہ بعض لوگ جو ہیں بے صبرے ہو جاتے ہیں، تھوڑی سی اذیت پر وہ بے صبرے ہو کر اور لوگوں کے فتنے کو اللہ کا عذاب سمجھ بیٹھتے ہیں۔ شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ درس جو ہے یہ سورۃ العصر کے مقتضیٰ ہے، سورۃ العصر کے جو اہم پیغام ہیں وہ اس جو مقدمہ ہے پہلا جو شیخ صاحب رحمہ اللہ نے یہاں پر بیان فرمایا ہے اس میں یہ اہم باتیں موجود ہیں۔ تو نجات خسارے سے یقینی ہوتی ہے اور فلاح بھی یقینی ہو جاتی ہے جن لوگوں میں یہ چار صفات پائی جائیں، ایمان ہے، عمل صالح ہے ﴿تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ﴾ ہے اور ﴿تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا قول پھر بیان فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر صرف یہی سورۃ (پورا قرآن مجید نہیں) نازل فرماتے تو ان کی نجات کے لیے یہ کافی تھی۔ کیوں کہ خسارے سے بچنا ہے خسارے سے کیسے بچا جاتا ہے؟ ایمان ہے، عمل صالح ہے ﴿تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ﴾ ہے اور ﴿تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ ہے۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ کا قول بھی بیان فرمایا ہے۔

دوسرا مقدمہ پھر شیخ صاحب رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے، شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں "الثلاث المسائل نعرف بها حقيقة التوحيد" یہ مسائل یعنی ہیڈنگ شیخ صاحب رحمہ اللہ نے بیان کی ہے یہاں پر۔ اب ایسے مسئلے شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے بیان کیے ہیں مقدمے میں کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لیے یہ سب مقدمات ہیں اصل الاصول الثلاثۃ ابھی آنی ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت کی بات کی ہے تو کیسے ہو؟ اس کے لیے جب توحید کی ہم بات کرتے ہیں تو بعض مقدمات کا ہونا لازمی ہے تو "حقيقة التوحيد" بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں موحد شخص ہے یعنی توحید کا قائل ہے وہ کافی ہے اس کے لیے۔ تو بعض ایسے مسائل ہیں جن کا تعلق حقيقة التوحيد سے ہے اور توحید پر مکمل عمل اگر کوئی کرنا چاہتا ہے تو ان تین کا ہونا

لازمی ہے کیوں کہ اگر اس میں ایک کا بھی خلل ہو گیا تو توحید اس کی نا مکمل ہے، آیئے دیکھتے ہیں کون سے تین مسائل ہیں۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اعْلَمْ رَحِمَكَ اللهُ أَنَّهُ يَجِبُ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ، تَعَلُّمُ هَذِهِ الثَّلاثِ مَسَائِلِ، والْعَمَلُ بِهِنَّ" (یہ جان لو اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے کہ بے شک ہر مسلمان مرد اور عورت پر یہ واجب ہے کہ ان تین مسائل کو جان لے، علم حاصل کرے اور پھر عمل بھی کرے) "الأُولَى" (سب سے پہلا مسئلہ) "أَنَّ اللهَ خَلَقَنَا، وَرَزَقَنَا" (کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا اور رزق دیا) "وَلَمْ يَتْرُكْنَا هَمَلا" (اور ایسے ہی نہیں چھوڑ دیا) "بَلْ أَرْسَلَ إِلَيْنَا رَسُولاً" (بلکہ ہمارے لیے رسول مبعوث فرمایا) "فَمَنْ أَطَاعَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَاهُ دَخَلَ النَّارَ" (جس نے اس رسول کی اطاعت کی ہے فرماں برداری کی ہے وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی ہے وہ جہنم رسید ہوا) "وَالدَّلِيلُ" اس کی دلیل کیا ہے "قَوْلُهُ تَعَالَى" (ارشاد باری تعالیٰ ہے):

﴿إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَٰهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَٰهُ أَخْذًا وَبِيلًا﴾ (المزمل:15-16)

(کہ بے شک ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا جو تمہارے اوپر گواہ ہے جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف رسول (یعنی سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام) کو بھیجا پس فرعون نے رسول کی نافرمانی کی پھر ہم نے اسے بہت سخت پکڑا)۔

شیخ احمد النجمی رحمہ اللہ ان تین مسائل میں سے پہلے مسئلے کے تعلق سے بات فرماتے ہیں کہ یہ تین مسائل جو ہیں ان تین مسائل سے ہم حقیقت توحید کو جانتے ہیں۔ اگر کوئی شخص حقیقت توحید کو جاننا چاہتا ہے تو ان تین مسائل جو جان لے:

1۔ پہلا مسئلہ جو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا ہے اور ہمیں رزق عطا فرمایا ہے اور ہمیں ایسے ہی نہیں چھوڑا کہ نہ کوئی ہمیں حکم دے گا اور نہ کوئی ہمیں کسی چیز سے منع کرے گا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف رسول بھیجا جس نے ہمیں توحید کی طرف دعوت دی اور نافرمانی اور مخالفت سے خبر دار کیا اور اس چیز سے بھی خبر دار کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس سال مکہ میں رہے اور صرف توحید ہی کی دعوت دیتے رہے۔ پھر شیخ صاحب رحمہ اللہ صحیح مسلم کی روایت حدیث نمبر 832 بیان فرماتے ہیں کہ:

"فَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ،قَالَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ السُّلَمِيُّ رضي الله عنه" سیدنا عمرو بن عبسۃ السلمی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں جاہلیت میں یہ سمجھتا تھا کہ لوگ جو ہیں گمراہی پر ہیں اور کچھ وہ کسی چیز پر نہیں ہیں کیوں کہ وہ بت پرستی کرتے تھے تو

مجھے خبر ملی کہ مکہ میں ایک شخص ہے جو نئی باتیں کرتا ہے تو پھر میں نے اپنی سواری کو تیار کیا اور وہاں پر چلا گیا تو میں نے دیکھا اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھپ چھپ کر دعوت دے رہے ہیں کیوں کہ ان کی جو قوم ہے بڑی سختی سے ان کی مخالفت کرتی تھی تو میں بھی چھپ چھپ کر ان کے پاس گیا تو میں نے سوال کیا کہ آپ کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں (میں نبی ہوں)۔ تو میں نے کہا کہ نبی کیا ہوتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا (کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے رسول بنا کر)۔ تو پھر میں نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کیا پیغام دے کر بھیجا ہے کیا رسالت ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں (اللہ تعالیٰ نے مجھے صلہ رحمی کا پیغام دے کر بھیجا ہے اور بتوں کو توڑنے کا پیغام دے کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا پیغام دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے)۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اس سے یہ ثابت ہوا ہمارے اوپر واجب ہے کہ ہم یہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا خالق اور رازق ہے اور ہمیں پیدا نہیں کیا بغیر کسی حکمت کے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا ہے، رزق بھی دیتا ہے کوئی حکمت تو ہے ہمارے وجود کی اور جو حکمت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی توحید عبادت ہے۔ اور پوری کائنات کو دیکھ لیں اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو، ان پہاڑوں کو، ان سمندروں کو پیدا کیا ہے اور چاند سورج ہے، دن رات ہے اور یہ سب چیزیں جو ہیں اللہ تعالیٰ نے حکمت سے پیدا کیا ہے، فرشتے ہیں اور دیگر مخلوقات ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے۔ یعنی فرشتوں کا عالم ہے ، جن وانس کا عالم ہے مختلف عوالم ہیں یہ تین جو عوالم ہیں اور سب کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے کام لگائے ہیں اور جن وانس جو ہیں وہ خیر اور شر اور فرماں برداری اور نافرمانی کر سکتے ہیں، فرشتے ایسا نہیں کر سکتے لیکن جو مکلف جن وانس ہیں وہ ایسا کر سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے اپنی عبادت کے لیے اور ان پر شیاطین کو مسلط فرما دیا ہے اور دنیا کو خوبصورت بنا دیا ہے، پس جس نے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کی ہے اور ان شیطانوں کی نافرمانی کی ہے تو بعض نے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کی ہے اور بعض نے نافرمانی کی ہے اور فرماں برداری اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ صرف اور صرف خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے نہ ہو اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اپنی کتاب میں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم دی ہے اپنی امت کو۔ جو امتیں پہلے تھیں ہر رسول ان کے لیے خاص بھیجا جاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ختم نبوت کو فرمایا ہے اور ان کے بعد کوئی اور رسول نہیں آئے گا، اللہ تعالیٰ نے اس عظیم نبی کے ساتھ جو امت کے لیے مبعوث فرمایا

ہےاور دعوت یہی تھی کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی ہےاوراس کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرنااور خبر دار کرتے تھے غیر اللہ کی عبادت سے۔ جس نے اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرماں برداری کی تو اللہ تعالیٰ اسے دنیااور آخرت میں جزائے خیر عطافرمائے گااور جس نے بھی نافرمانی کی ہے تواس کے لیے عذاب الیم ہے۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ہم غور وفکر کریں کہ پہلی امتوں کو کس چیز نے ہلاک کیا، کیا ہلاکت کی بنیادی وجہ ان کے انبیاءعَلَيۡهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَام کی معصیت نہیں تھی؟ توہم یہی کہتے ہیں کہ بے شک یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنے رسولوں کی معصیت کی نافرمانی کی، اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو ہلاک کیا کیوں کہ انہوں نے سیدنانوح علیہ الصلوۃ والسلام کی نافرمانی کی، قوم عاد ہے، قوم ثمود ہے، قوم صالح ہے اور بعد میں جوامتیں ہیں، فرعون اوراس کی قوم ہے، مدین ہے جن کی طرف سیدناشعیب علیہ الصلوۃ والسلام کو بھیجا گیا، قوم لوط ہے اور کئی ایسی امتیں ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے اور بہت ساری ایسی امتیں ہیں جن کی ہمیں خبر بھی نہیں ہے لیکن جن کی خبر دی ہے وہ بہت تھوڑے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی قوموں کو ہلاک کیا۔ ہلاکت کی وجہ کیا تھی؟ رسول کی نافرمانی تھی۔اوراگر ہم یہ یقیناًجان لیتے ہیں کہ ان امتوں کی ہلاکتوں کا سبب اپنے رسول کی نافرمانی ہے تو ہمارے اوپر یہ واجب ہے کہ ہم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل اطاعت کریں، جو حکم ہمیں دیتے ہیں اس کی ہم پیروی کریں اس پر عمل کریں اور جس سے ہمیں منع فرماتے ہیں اس سے ہم رک جائیں اور ہمیں علم یقین ہوناچاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیاہے اور رزق دیاہے خاص مقصد کے لیے اور وہ مقصد ہے توحید عبادت کا کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور جس نے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی عبادت کی ہے تو اس نے ایسا گناہ کیا ہے جس کی مغفرت بالکل نہیں ہے اور جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم رسید ہو جائے گا اس پر جنت حرام ہو جاتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَيَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ‌ ۚ وَمَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدِ افۡتَرٰۤى اِثۡمًا عَظِيۡمًا﴾(النساء:48)(بے شک اللہ تعالیٰ نہیں مغفرت فرماتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اوراس کے سوااللہ تعالیٰ چاہے تو مغفرت فرمادے اور معاف کردے اور جو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتاہے تو اس نے بہت بڑا جھوٹ باندھاہے اوراثم اور گناہ عظیم کیاہے)

اور سیدناعیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی زبانی ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ﴾(المائدۃ:72)(اے بنی اسرائیل!) ﴿اعۡبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىۡ وَرَبَّكُمۡ‌ؕ﴾(ایک اللہ کی عبادت کروجو میرااور تمہارارب ہے)

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ﴾(کہ بے شک جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیتا ہے)

﴿وَمَأْوٰىهُ النَّارُ﴾(اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے)

﴿وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾(اور ظالموں کا کوئی یار و مددگار نہیں ہے)۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں "الثَّانِيَةُ "(دوسرا مسئلہ)۔ جس کو جاننا بہت لازمی ہے ان تین مسائل میں سے۔"أَنَّ اللهَ لَا يَرْضَى أَنْ يُشْرَكَ مَعَهُ فِي عِبَادَتِهِ أَحَدٌ،لَا مَلَكٌ مُقَرَّبٌ،وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ"(کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر گز راضی نہیں ہوتا کہ اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک ٹھہرایا جائے اپنی عبادت میں چاہے یہ مقرب فرشتہ ہو یا نبی مرسل ہو یا اللہ تعالیٰ کا کوئی رسول ہو) "وَالدَّلِيلُ قَوْلُهُ تَعَالَى"(اس کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے) ﴿وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾(الجن:18)(اور بے شک مساجد، عبادت گاہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی مت پکارو)۔اور﴿تَدْعُوْا﴾سے مراد"تعبدوا"۔

شیخ احمد النجمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہ دوسرا مسئلہ جس کو جاننا ہمارے اوپر واجب ہے یہ جاننا اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے نہ مقرب فرشتہ اور نہ ہی کوئی پیارا رسول، کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو پکارے جتنا بھی اس کا مرتبہ بلند ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں اور سب سے زیادہ مرتبہ جو ہے مخلوقات میں سے شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ دو ہیں:

1۔سیدنا جبریل علیہ الصلوۃ والسلام فرشتوں میں سے۔

2۔اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی آدم میں سے۔

ان میں سے اگر کسی نے بھی ان کو پکارا ہے تو ایسا جو شخص ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اکبر کرنے والا ہے جو موجب ہے "الخلود في النار"(جہنم میں ہمیشہ عذاب کے لیے)۔اس لیے امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ دوسرا جو مسئلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر گز راضی نہیں ہوتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے نہ مقرب فرشتہ اور نہ ہی پیارا رسول۔

اور مقرب فرشتے کی مثال شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں سیدنا جبریل امین علیہ الصلوۃ والسلام سے دی گئی ہے اور نبی مرسل کی مثال محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دی گئی ہے، اللہ تعالیٰ ہر گز راضی نہیں ہوتا کہ کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ پکارا جائے یا شریک کیا جائے۔ اور اس کے دلائل کتاب اور سنت میں "لا تحصی" بہت زیادہ ہیں ان میں سے ایک جو دلیل ہے اس آیت کریمہ میں شیخ صاحب رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہے ﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾۔ شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں پر یہ بات صحیح ہوگی کہ مساجد سے مراد ''أعضاء السجود السبعة'' ہیں کہ جن پر سجدہ کیا جاتا ہے وہ اعضاء ہیں جن میں پیشانی ہے، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی جو انگلیاں ہیں۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مساجد سے مراد مسجدیں ہیں جو تعمیر کی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے یہ مساجد زمین پر بنائی گئی ہیں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے۔ کس نے زمین کو پیدا کیا ہے جس پر ہم سجدہ کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے بے شک تو کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس زمین پر سجدہ کرو جس کو اللہ نے پیدا کیا ہے کسی اور کے لیے سجدہ بھی اس کو کرو جس نے اس زمین کو پیدا کیا ہے۔ سجدہ زمین پر کرتے ہیں اللہ نے ہمیں بھی پیدا کیا ہے، اس زمین کو بھی پیدا کیا ہے، پوری کائنات کا خالق ہے تو جس زمین پر ہم سر رگڑ کر سجدہ کرتے ہیں یہ سجدہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہونا چاہیے اور اگر ایسا نہیں کوئی شخص کرتا کسی اور کو سجدہ بھی کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ملک میں وہ کسی اور کو بھی شریک کر دیتا ہے۔

تو مساجد سے مراد اعضاء ہیں، جسم کے وہ حصے جو سجدے کے لیے ہوتے ہیں اور ان اعضاء کو کسی اور کے لیے کیوں کہ سجدہ عبادت ہے، کسی اور کے لیے سجدہ صرف کرنا جائز نہیں ہے اور مساجد سے مراد جو عبادت گاہیں ہیں وہ بھی مراد ہے جو مساجد ہیں تو کسی کے لیے جائز نہیں ہے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی شریک ٹھہرائے۔

تیسرا مسئلہ حقیقت توحید کو جاننے کے لیے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں "الثَّالِثَةُ" (تیسرا مسئلہ) "أَنَّ مَنْ أَطَاعَ الرَّسُولَ، وَوَحَّدَ اللهَ لا يَجُوزُ لَهُ مُوَالاةُ مَنْ حَادَّ اللهَ وَرَسُولَهُ" (بے شک جس نے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرماں برداری کی اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی ہے یعنی موحد بن گیا ہے توحید پر عمل کرنے والا بن گیا ہے اب ایسے شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ دوستی رکھے ان لوگوں سے جو اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن ہیں)۔

الولاء والبراء کا مسئلہ توحید سے جڑا ہوا ہے، حقیقت توحید سے جڑا ہوا ہے۔ پہلا ہے توحید، دوسرا ہے شرک سے بچنا، تیسرا ہے الولاء والبراء۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا ہے خاص مقصد کے لیے، توحید ربوبیت اور توحید الوہیت جڑی ہوئی ہے اور پھر کوئی شخص دعویٰ کرتا ہے توحید کا لیکن شرک کر بیٹھتا ہے تو یہ حقیقتاً موحد نہیں ہے کیوں کہ شرک سے چھٹکارا لازمی ہے ورنہ توحید شرک کے ساتھ کسی کام کی نہیں ہے۔ اور تیسرا جب موحد بھی ہے توحید الوہیت پر عمل بھی کرنے والا بھی ہے، شرک سے بھی اس نے اجتناب کر لیا ہے اب یہ لازمی ہے کہ رسول کی اطاعت کے لیے جو دعوت توحید رسول لے کر آیا ہے اگر اس کی اطاعت کرنی ہے جنت میں داخل ہونے کے لیے جہنم سے بچنے کے لیے تو توحید کی ایک چیز رہے گی حقیقت توحید کی وہ ہے الولاء والبراء۔ اہل توحید سے محبت کرنا دوستی کرنا اور جو توحید کے دشمن ہیں، جو اللہ اور رسول کے دشمن ہیں ان سے دشمنی اور دوری اختیار کرنی ہے۔

"وَالدَّلِيلُ قَوْلُهُ تَعَالَى" (اور اس کی دلیل) شیخ الاسلام جو ہیں سورہ المجادلہ کی آخری آیت، آیت نمبر 22 بیان فرماتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ایسی قوم ہر گز نہیں پاؤ گے جو اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان لے آئے ہیں) ﴿يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ (کہ وہ ان سے محبت اور دوستی رکھیں جو اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محادۃ اور مشاقت اور دوری اور دشمنی اختیار کرتے ہیں) ﴿وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ﴾ (اگرچہ ان کے باپ ہوتے) ﴿اَوْ اَبْنَآءَهُمْ﴾ (یا ان کے بیٹے ہوتے) ﴿اَوْ اِخْوَانَهُمْ﴾ (یا ان کے بھائی) ﴿اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ﴾ (یا ان کا پورا قبیلہ) ﴿اُولٰۗىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ﴾ (اللہ تعالیٰ نے ان ہی دلوں کے اندر ایمان کو لکھ دیا ہے) "اللہ اکبر" ﴿وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ﴾ (اور اپنی رحمت سے ان کی تائید اور نصرت بھی فرمائی ہے، ثابت قدمی بھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے) ﴿وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ (اللہ تعالیٰ ان کو داخل فرمائے گا ان جنتوں میں ان باغات میں جن کے تلے نہریں جاری ہیں) ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ﴾ (ہمیشہ ان میں رہیں گے (ان جنتوں میں)) ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ﴾ (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے) ﴿وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ﴾ (وہ بھی اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں) ﴿اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ﴾ (یہ اللہ تعالیٰ کے حزب ہیں، اللہ تعالیٰ کے گروہ ہیں) ﴿اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (بے شک اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے)۔

شیخ احمد النجمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تیسرا مسئلہ جو ہے وہ جو شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ جس نے بھی اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی ہے اور توحید کا راستہ اختیار کیا ہے تو اس کے لیے ہر گز جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں سے دوستی رکھے اور سورۃ المجادلہ کی آیت بیان فرمائی ہے۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے بھی شرک کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو اس نے دشمنی اختیار کی ہے اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور ایک جدا راستہ، الگ راستہ اختیار کر لیا ہے نافرمانی کا اور جس نے شرک کا اقرار کیا ہے اس کو اجازت دی ہے تو ایسا شخص بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن ہے اور محادات کا راستہ اختیار کر چکا ہے۔

یعنی جو خود شرک کرتا ہے یا شرک پر خاموشی یا اقرار کرتا ہے دونوں میں سے کیا فرق ہے؟ سبحان اللہ۔ تو شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہاں پر ایک چیز میں بیان فرماتا ہوں، شیخ احمد النجمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض جو مناہج الدعویۃ کی تاسیس کرنے والے ہیں ان سے بھی شرک ہوا اور اس کا اقرا بھی کیا اور اس کی اجازت بھی دی ہے۔ اس کی مثال حسن البنا کی ہے جو سب جانتے ہیں کہ اخوان المسلمین کا بانی ہے وہ یہ کہا کرتا تھا جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مناتا تھا اور ربیع الاول میں وہ یہ کہتا تھا "**هذا الحبيب مع الأحباب قد حضرا، وسامح الكل فيما قد مضى وجرى**" اور یہ ان کے بھائی عبدالرحمٰن البنا نے کتاب "جابر رزق حسن البنا" کتاب میں انہوں نے اس کو لکھا ہے "بأقلام تلامذته ومعاصريه" صفحہ نمبر 71 اور 72 میں۔ تو شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں، تو ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں ہے کیوں کہ اس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ (اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے جشن میں شامل ہوتے ہیں (جشن میلاد النبی میں) اور گناہوں کی مغفرت بھی کر دیتے ہیں)۔ جو اس شعر کا مفہوم ہے جو حسن البنا نے پڑھا ہے۔

تو جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی محفل میلاد میں خود حاضر ہوتے ہیں اور گناہوں کو بخش بھی دیتے ہیں (سبحان اللہ) تو ایسے شخص کو امام بنانا کیسے ممکن ہو سکتا ہے! تو یہ اس لیے میں نے کہا ہے کہ توحید کامل کے لیے اس حقیقت کو جاننا بھی لازمی ہے، آج کل کئی ایسے لوگ ہیں جو تحزب کا راستہ اختیار کر چکے ہیں اور کہتے ہیں ''ہم موحد ہیں'' توحید ناقص ہے۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ''عقیدے میں خلل تو نہیں ہے''۔ جس نے

تحزب کا راستہ اختیار کیا ہے، اخوانیت کا راستہ اختیار کیا ہے تو اس کے کیسے عقیدے میں خلل نہیں ہے؟ عقیدے کے کئی مسائل، کئی اصولوں میں غلطی کر چکا ہے۔ بلکہ یہاں پر شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ توحید کا ایک بنیادی حصہ ہے الولاء والبراء کا حصہ کہ آپ اہل شرک سے دوستی رکھتے ہیں یا ان کا اپنا امام بناتے ہیں یا جو شرک کی تائید کرتے ہیں بدعت کی تائید کرتے ہیں۔ اب یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی الہ علیہ وآلہ وسلم مغفرت فرماتے ہیں یہ تو کفریہ عقیدہ ہے شرکیہ عقیدہ ہے تو ایسے شخص کو امام بنانا بہت بڑی عجیب بات ہے!!

شیخ احمد النجمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اور ان کے علاوہ بھی جو اس کے منہج پر چلنے والے ہیں جن سے شرک سرزرد ہوا یا اس کا اقرار کرتے رہے بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ سیدہ زینب کے مزار پر وہ جاتے ہیں اور وہ دیکھتے ہیں جو شرک وہاں پر ہو رہا ہے، کسی کو پھر منع بھی نہیں کرتے اور خاموشی اختیار کرتے ہیں۔

اور عمر التلمسانی اپنی کتاب وہ اپنی کتاب "شهيدالمحراب عمر بن الخطاب رضي الله عنه "صفحہ نمبر 232 میں کہتے ہیں یعنی اپنا قصہ بیان کرتے ہیں اولیاء اور ان کی محبت کے تعلق سے کہ "میں اتنی ان سے محبت اور انس رکھتا ہوں کہ ان کے جو مزارات ہیں ان کی جو زیارت ہے اس پر جاتا ہے کہ اگر عقیدہ توحید میں خلل نہ ہو تو پھر میں ان کو وہ مقام دیتا (یعنی نعوذ باللہ جو ربّ کا مقام ہے))"۔ اس طریقے سے نعوذ باللہ شرک میں لوگ ڈوبے ہوئے ہیں اور وثنيةو الحاد میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

شیخ احمد النجمی رحمہ اللہ آگے فرماتے ہیں، اسی طریقے سے جو تبلیغی جماعت کے مؤسس ہیں وہ بھی طرق صوفی میں سے جو چار طریقے ہیں ان کو اختیار کر چکے تھے اور ان کی طرف دعوت بھی دیتے تھے اور بعض قبروں کے پاس جا کر مراقبہ بھی کرتے تھے اور ان سے فیض بھی حاصل کیا کرتے تھے اور سروریہ اور قطبیہ جو ہیں وہ مشرکوں سے محبت کرتے ہیں، جو موحدین ہیں ان سے بغض و نفرت کرتے ہیں۔

اور شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں سید قطب کے تعلق سے کہ کافی غلطیاں ہوئی ہیں اور انہوں نے تکفیر کی ہے اور وہ یہ جانتا ہے کہ جو سعودی عرب ہے وہ دولت التوحید ہے اس میں توحید قائم ہے اور سارے کے سارے جو اس میں رہتے ہیں وہ سنّی ہیں الحمد للہ تو "في ظلال القرآن" میں سورہ الحجر کی تفسیر کرتے ہوئے سید قطب کہتا ہے (کہ آج روئے زمین پر کوئی بھی مسلمان معاشرہ نہیں ہے، کوئی مسلمان ملک قائم نہیں ہے)۔

إنا لله و إنا إليه راجعون، اب یہ تکفیر بالکل واضح ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ "سید قطب موحد تھا توحید پر عمل کرنے والا تھا، اس کا عقیدہ درست تھا تم لوگوں نے الزام لگایا ہے وہ تکفیری نہیں تھا"۔ یہ کتاب موجود ہے "في ظلال القرآن" سورہ الحجر کی تفسیر میں آپ دیکھ سکتے ہیں اس کے مقدمے میں کہ اتنے کھلے الفاظ میں تکفیر یعنی حیران کن بات ہے یہ واضح الفاظ ہیں اور بعض لوگ اس کو بھی انکار کرتے ہیں کہ یہ تکفیر نہیں ہے۔ کہتا ہے" إنه لا يوجد اليوم على وجه الأرض مجتمع مسلم ولا دولة مسلمة "(الی آخر المقال)۔ سبحان اللہ

تو شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کیا ہمارے لیے جائز ہے کہ ہم ایسے قوم کے ساتھ دوستیاں رکھیں؟ یا ہم ان کے راستے کو اختیار کریں؟ یا ہم جو ان کے پاس حزبیات ہیں وہ ہم ان سے لے لیں؟

"حاشا لله"(یہ ہر گز نہیں ہے) اور اس آیت کریمہ پر سورۃ المجادلۃ کی جو آخری آیت ہے شیخ صاحب رحمہ اللہ اس کو بیان فرماتے ہیں کہ یہی بنیاد ہے اس مسئلے میں کہ سب سے قریبی رشتے دار بھی اگر ہو اور وہ شرک کرتا ہو اور شرک سے بڑھ کر کیا دشمنی ہے اللہ تعالیٰ سے؟! جو شخص شرک کرتا ہو اگر سب سے قریبی رشتے دار بھی ہو تو اس سے بھی برأت کا اظہار لازمی ہے۔ تو شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہ دعوت التوحید ہے یہ انبیاءعَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَام کی دعوت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعے امتوں کو بھیجا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی امت تک اس پیغام کو پہنچایا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبیاء:25) (ہم نے آپ سے پہلے اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کسی رسول کو نہیں مبعوث فرمایا إِلَّا یہ کہ یہ وحی دے کر ہم نے مبعوث فرمایا) ﴿اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (کہ میرے سوا کوئی برحق معبود نہیں ہے پس میری ہی عبادت کرو)۔ اس آیت کریمہ میں واضح ہے کلمہ توحید کا پیغام انبیاء عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لے کر آئے اپنی امتوں کی طرف تو ہر نبی یہ پیغام لے کر آیا ہے۔

کلمہ توحید کا معنی کیا ہے؟ ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾۔ تو یہاں پر اس آیت کریمہ میں سورۃ الانبیاء آیت نمبر 25 واضح دلیل ہے کی ہر نبی کو بھیجا گیا اپنی امت کی طرف، پیغام کلمہ توحید کا ہے۔ اور کلمہ توحید کا معنی کیا ہے؟ توحید عبادت ہے نہ کہ توحید ربوبیت ہے یا کوئی اور معنی ہے۔

دوسری جو معروف آیت ہے سورۃ النحل کی، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (النحل:36) (اور یقیناً ہم نے ہر امت میں رسول مبعوث فرمایا ہے)۔

کیا پیغام دے کر بھیجا ہے؟

﴿أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ (ایک اللہ کی عبادت کرو) ﴿وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (اور طاغوت کا اجتناب کرو)۔

تو شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور طاغوت کی تفسیر جیسے کہ آگے بھی بیان ہو گا ان شاءاللہ کہ حد سے تجاوز کرنا معبود سے، متبوع سے یا مطاع سے۔ جس نے بھی ان تین چیزوں میں حد سے تجاوز کیا تو اس نے اس کو طاغوت بنادیا ہے اور شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر ان متبوعین پر ذرا غور کیا جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ان کی اطاعت کی گئی ہے جنہوں نے شرک اور بدعت کو صحیح سمجھا مباح سمجھا اور اس پر ان کی اتباع کی گئی ہے۔

پھر Footnote میں شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں بعد میں تعلیق کے بعد، جو محادۃ ہوتی ہے دشمنی کی بات جو ہو رہی ہے لازمی نہیں کہ کلی دشمنی ہو جزوی دشمنی بھی کافی ہوتی ہے محادۃ ہوتی ہے اور غالباً جزوی ہی ہوتی ہے اور جو کلی ہے وہ شرک سے ہوتی ہے کیوں کہ یہ سب سے بڑی نافرمانی ہے یا جو شرک سے راضی ہوتا ہے۔ تو جو کلی محادۃ ہے، کلی طور پر جو محادۃ اللہ تعالیٰ سے ہے وہ کفر کو لازم کر دیتی ہے جو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے لیکن اگر کسی شخص کا جو محادۃ ہے اور دوری ہے اور دشمنی ہے وہ بدعت کی وجہ سے کیوں کہ بدعت بھی دشمنی کا راستہ ہے، محادۃ کا راستہ ہے یہ ترک السنۃ ہے تو اس کی جو محادۃ ہے یہ جزوی ہے جس کی وجہ سے وہ فاسق اور فاجر تو ہو سکتا ہے کیوں کہ بدعت غیر مکفرہ ہے لیکن وہ اسلام میں باقی رہتا ہے۔

تو کلی محادۃ ہے تو کلی برأت ہے، جزوی محادۃ ہے تو جزوی برأت ہے۔ واللہ اعلم

"سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ"

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (01: تین بنیادی اصول) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست نہیں کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔